جلد ۱۶ وفا ۱۳۵۴ ہش شمارہ ۷
جولائی ۱۹۷۵ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماھنامہ انصار اللہ ربوہ

وفا ۱۳۵۴ ہش

جمادی الثانی ۱۳۹۵ ہجری جولائی ۱۹۷۵ء

ایڈیٹر
غلام باری سیف

قیمت سالانہ آٹھ روپے

فی پرچہ پچھتر پیسے

فہرست مضامین

پبلشر .... چوہدری محمد ابراہیم

مطبع .... ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت ..... دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۱۶ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ شمارہ ۷

وفا ۱۳۵۴ ہش

(۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہمارے نام پیغام

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسراء کی حالت میں جب میری حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے کہا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہنا اور انہیں یہ کہنا کہ جنت کی مٹی بہت عمدہ ہے اور پانی بھی میٹھا ہے لیکن ہے چٹیل میدان۔ اس میں درخت اگیں گے سبحان اللہ۔ الحمد للہ اور لا الٰہ الا اللہ سے۔

اس حدیث میں ایک لطیف نکتہ بیان کیا گیا ہے اور وہ ہے ایمان اور اعمالِ صالحہ کا تعلق۔ جنت کی زمین کی مٹی بھی عمدہ ہے اور پانی بھی میٹھا۔ یعنی روئیدگی اور سبزی کے لئے بنیادی طور پر جن دو باتوں کی ضرورت ہے وہ موجود ہیں۔ لیکن جنت کے مفہوم اور معنی میں یہ شامل ہے کہ اس کے درختوں کے سائے اتنے گھنیرے ہوں کہ انہوں نے زمین کو ڈھانک رکھا ہو۔ اور یہ درخت میسر ہوں گے، پیدا ہونگے ذکرِ الٰہی سے تسبیح۔ تحمید اور توحید کے اقرار سے۔ خدا کی سبوحیت کا ورد کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اُس سبوح سے تعلق پیدا کرنے کے لئے اپنے آپ کو پاک کرے۔

کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے ؛ کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے

اور تحمید کے معنی ہیں کہ سزاوار حمد تو وہی ذات لم یزل ہے۔ ذاتی خوبی صرف اُسی کی ہی ہے۔ اگر تم اس سے تعلق پیدا کرنا چاہتے ہو۔ تو صرف زبان سے ہی تحمید نہ کرو۔ اپنے اندر خوبیاں پیدا کرو۔ اور محمود بنو۔ اور توحید کے ورد

کے یہ معنی ہیں کہ انتہائی محبت حقیقی محبت صرف اسی سے ہو اور اس کے علاوہ کسی کا خوف تمہارے دل میں نہ ہو۔ حدیث کے شارحین نے لکھا ہے کہ جنت کے متعلق تو آتا ہے کہ اس میں نہریں جاری ہونگی اور جنت کا تو نام ہی جنت اس لئے رکھا کہ اس کے درخت بہت گھنے ہوں گے۔ اس کی شاخیں زمین کو چھو رہی ہونگی۔ پھر چٹیل میدان کے کیا معنے۔ تو جواب دیا کہ جنت تھی تو چٹیل میدان اللہ نے اپنے فضل اور رحمت سے اس میں درخت اور محلات انسانوں کے اعمال کے مطابق بنا لئے۔ گویا اس میں اعمال کے ذریعہ خود بندے نے آبیاری کرنی ہے۔ گویا ایمان اور ذکر الٰہی درخت ہیں اور باقی اعمال ہیں۔ اپنی جنت میں حسن پیدا کرنا ہے تو خدا کی رحمت کے سہارے محنت کریں۔ ایمان نے بنیاد مہیا کر دی۔ اب اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کے مواد سے جنت میں مکان بنائیں۔ روشیں بنائیں، پھول اور پھل اگائیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عظیم کتاب بخاری کے آغاز میں ایک لطیف بحث اٹھائی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان چند عقائد اور زبانی اقرار کا نام نہیں۔ حیا و شرم بھی ایمان کا حصہ ہے اور فرمایا ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں۔ اعلیٰ اور افضل شعبہ خدا کی توحید کا اقرار کرنا ہے اور ادنیٰ شعبہ راستوں کی صفائی ہے اور ایمان کامل تب ہوتا ہے جب خدا اور اس کے رسول سے اپنے ماں باپ اور اولاد سے بھی بڑھ کر محبت ہو۔

پس ایمان اور دین صرف چند عقائد اور زبانی اقرار کا نام نہیں۔ ایمان کے کچھ تقاضے ہیں۔ اس کے کچھ لازمی نتائج ہیں۔ اسی لئے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ مسلمان نہیں جس نے بڑے کی عزت نہیں کی اور چھوٹے پر رحم نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔ پھر اعمال بھی خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے سرزد ہوں۔ ان میں ریاکاری نہ ہو۔ ورنہ وہ اعمال ہمارے منہ پر مارے جائیں گے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کا مطالعہ کیجئے۔ آپ نے کبھی یہ فرمایا کہ میرے آنے کی غرض یہ ہے کہ خدا کا چہرہ دنیا کو دکھلاؤں۔ کبھی فرمایا میرے آنے کی غرض یہ ہے کہ لوگ قوت یقین میں ترقی کریں۔ کبھی فرمایا میرے آنے کی غرض یہ ہے کہ دنیا کے دلوں کے گند دھوؤں۔

فرمایا۔ "میں اس لئے آیا ہوں تا لوگ قوت یقین میں ترقی کریں۔"

(ملفوظات جلد ۱ صـ [illegible] ملفوظات جلد دوم صـ۲)

نیز فرمایا: "میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں اول خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔"

(ملفوظات جلد ۲ صـ۲۸۵)

ایک اور جگہ فرمایا۔
"اگر یہ سوال ہو کہ تم نے آکر کیا بنایا۔ فرمایا: لوگ آکر ہمارے پاس گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ان میں انکسار، فروتنی پیدا ہوتی ہے۔ اور رذائل دور ہو کر اخلاقِ فاضلہ آنے لگتے ہیں" (ملفوظات جلد ۲ ص۲۹۸)

اسی لئے حضور کشتی نوح میں فرماتے ہیں اور کشتی نوح کا نام ہی بتلاتا ہے کہ اب وہی اس مادیت اور دہریت کے بلاخیز طوفان سے بچ سکیں گے جو اس پر عمل کریں گے حضور فرماتے ہیں:۔
"جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنے ادنے خیر سے بھی محروم رکھتا ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے... ہر ایک زانی، فاسق، شرابی، خونی، چور، قمار باز، خائن، مرتشی، غاصب، ظالم، دروغ گو جعل ساز اور ان کا ہم نشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"
(کشتی نوح ص۲۸ مطبوعہ نظارت اصلاح وارشاد ربوہ)

پس بزرگان کرام ایمان کی حقیقت چند زبانی اقرار دل کا نام نہیں۔ اگر اپنی جنت کو خوشحال بنانا ہے تو اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ بجالانے ہونگے ہماری جماعت کی کامیابی اسی پر موقوف ہے۔ قرآن، حدیث اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آئینہ میں اپنے اعمال کے گیسو سنواریں۔ دیکھئے مامور زمانہ فرماتے ہیں:۔
"سو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔" (کشتی نوح)

اور کشتی نوح وہ کتاب ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ میری اس کتاب کو بار بار پڑھا جائے اس کتاب کے پڑھنے سے ہم اپنا محاسبہ کر سکتے ہیں کہ ہم اتنے فیصد احمدیت کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں حدیث شریف میں آیا ہے۔ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا بیشتر اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے تم اپنا محاسبہ خود کرو۔

پس بھائیو صرف لیبل لگانے سے ہم مسلمان نہیں بن سکتے۔ ہمارے ایمان کا گواہ قیامت کے دن قرآن ہوگا۔ کہ اس کے سات سو احکام میں سے کتنے احکام پر ہم عمل کرتے ہیں۔ صرف منہ کی لاف وگزاف ہمیں خدا کی رضا یعنی اس کی جنت عطا نہیں کر سکتی۔ وہاں روئیدگی ہمارے اعمال ہماری عبادت ہمارے اخلاق سے ہوگی۔ اور روئیدگی ضرور ہوگی وہ مٹی بہت زرخیز ہے۔ وہاں پانی بہت عمدہ ہے۔ شرط محنت اور سخت محنت کی ہے

آئیے خدا کے فضلوں کے سہارے اپنی جنت کو خوشنما بنائیں اور اس کی روشیں درست کریں۔ اس کے درختوں کے سایہ کو گھنا بنائیں۔

(۲)

وہ صدق و محبت وہ مہر و وفا

بیعت کے ذریعہ ہر احمدی یہ عہد باندھتا ہے کہ "محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا"۔ یہ کوئی معمولی عہد نہیں۔ یہ عہد باندھنے والا اطاعت کا جؤا اپنی گردن پر رکھتا ہے۔ وہ امام کو اپنی ڈھال بناتا ہے۔ وہ اطاعت شعار بنتا ہے۔ وہ اطاعت جسے ترک کرنے والا راندہ درگاہ بنتا ہے۔ اور جسے اختیار کرنے والا "نور الدین" بنتا ہے کہ آپ نے ایسی اطاعت کی تھی کہ جیسے نبض دل کی کہ ادھر دل دھڑکا ادھر نبض پھڑکی۔ اطاعت یہ تھی کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دلی سے حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کو تار بھجوائی کہ جلد چلے آئیں۔ تو آپ مطب سے اٹھے اور دلی روانہ ہو گئے۔ نہ بستر لیا نہ کپڑے نہ جیب دیکھی کہ کرایہ بھی ہے یا نہیں اور جب کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تجویز کردہ رشتہ پر انشراح صدر نہ دکھایا تو آپ نے اپنی چھوٹی بچی (جو کھیل رہی تھی) کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اگر مرزا صاحب فرمائیں یہ بچی چوہڑے کو دے دو۔ تو میں دے دوں۔ تب اسی اطاعت کا اظہار کرنے والے کی وہ بچی موعود خلیفہ کے عقد میں آئی۔

ایک خادم سلسلہ ناظر کے ذہین بچے نے میٹرک میں اعلیٰ درجہ کی اوّل پوزیشن حاصل کی۔ ناظر صاحب نے اپنے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے مشورہ کیا تو حضور نے فرمایا۔ جامعہ احمدیہ میں داخل کر دیں۔ ہمیں وہاں بھی ذہین طلباء کی ضرورت ہے۔ اور اس صدق و محبت کا عہد کرنے والے نے اپنے بچے کو جامعہ میں داخل کرا دیا۔ الحمد للہ کہ اب وہ بچہ اپنی تعلیم کے آخری مراحل میں بڑی شان اور امتیاز سے داخل ہو رہا ہے۔

ابھی ہمیں ایک دوست نے لنڈن کے ایک اخبار کا تراشہ بھیجا ہے جس میں لنڈن میں مقیم ایک غوری خاندان کے احمدی نوجوان نے جس کی خاندانی روایات اعلیٰ کھیل کی تھیں جب جماعت کے ایک محترم بزرگ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا تعلیم کی تکمیل پہلے ہونی چاہیئے اور نوجوان نے جسے منتخب کرکے ہالینڈ بھجوایا جا رہا تھا اسی مشورہ پر سمعنا و اطعنا کہتے ہوئے اپنے نفس کی خواہش پر اپنے بزرگ کے مشورہ کو ترجیح دی۔ یقیناً یہ مثال قابلِ تقلید ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حدیث میں ایک باب باندھا ہے العلم قبل العمل عمل سے پہلے علم حاصل کرو۔ ہمارے طالب علموں کا یہ فرض ہے کہ دوران تعلیم کوئی مصروفیت ان کی تعلیم میں حارج نہ ہو۔ اگر تعلیم

میں حرج کیئے بغیر وہ کھیل کے میدان میں آگے آسکتے ہیں تو ہمارے امام حضرت مصلح موعودؓ نے تو ہمیں یہ ماٹو دیا تھا "ہم کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے"۔ ہم نے ہر چوٹی کو چھونا ہے۔ لیکن یہ فیصلہ بہت ضروری ہے کہ پہلے کیا کرنا چاہیئے اور بزرگوں کے ارشاد پر عمل کرکے ہم اُن کی دعاؤں سے حصّہ پانے والے ہوں گے۔ اور عمدہ مثال قائم کرنے والے۔ اللہ تعالےٰ سلسلہ کے ہر نوجوان کو صدق و محبت اور وفا سے حصۂ وافر عطا فرمائے ؛

—— (۳) ——

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو

میٹرک کے نتیجہ کا اعلان عنقریب ہونے والا ہے۔ وہ نوجوان جنہوں نے خدمتِ دین کا عزم کیا ہے اپنے آپکو پیش کریں اور والدین جنہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" وہ اپنے بچوں کو اس آیت کا مصداق بنانے کے لئے من احسن قولاً ممن دعی الی اللّٰہ جامعہ احمدیہ میں بھجوائیں۔ اس ادارہ کی بنیاد مسیحِ پاک کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی، خلفاء نے اسے پروان چڑھایا۔ آج اس ادارہ کے فارغ التحصیل طلبا، دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلام کا جھنڈا بلند کیئے ہوئے ہیں۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ کے خاندان کا اس میں کوئی حصہ ہو۔ تعلیمی و تربیتی طور پر مرکزِ سلسلہ میں ایک عمدہ ماحول میں یہ ادارہ آپ کے نونہالوں کا منتظر ہے ؛

—— (۴) ——

"تحریکِ جدید"

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق یہ الہام تھا۔ "خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا" "وہ جلد جلد بڑھے گا"، "دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا"۔ زمانہ اس پر شاہد ہے کہ "تحریکِ جدید" آسمانی القاء تھا جس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے احمدیت کو محیر العقول ترقی عطا فرمائی۔ جماعت کی قربانی کا معیار اس تحریک نے بڑھایا۔ اللہ تعالےٰ نے احمدیت کو زمین کے کناروں تک تحریکِ جدید کے مجاہدین کے ذریعہ پہنچایا۔ تحریکِ جدید جماعت کی تربیت اور ترقی کے لئے ایک عظیم پروگرام تھا۔ ضرورت ہے کہ جماعت اسکے مطالبات کو بار بار پڑھے اور ان پر عمل کرکے اپنے دین و دنیا کو سنوارے۔ انصار اللہ کے اس شمارہ میں وہ مطالبات شائع کیئے جا رہے ہیں۔

—— (۵) ——

اپنے مضمون نگاروں سے

اس شمارہ میں تین قیمتی مضامین مکرم شیخ عبد القادر صاحب لاہور، مکرم مولانا نذیر احمد صاحب مبشر اور مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد شائع کیئے جا رہے ہیں۔ بعض قیمتی مضامین بزرگوں کے ہمیں موصول ہوئے ہیں۔ یعنی محترم مرزا عبد الحق صاحب کا مضمون طوفان نوح۔ مکرم [illegible] کے بعض دیگر مضامین انشاء اللہ آئندہ [illegible] مضمون [illegible] شائع کئے جائیں گے۔

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا

محبوبِ خدا کا مقرّب اور محبوب کون؟

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدّہٖ انّہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اَلا اخبرکم باحبّکم الیّ و اقربکم منّی مجلساً یوم القیامۃ فسکت القوم فاعادھا مرّتین او ثلاثاً قال القوم نعم یا رسول اللہ قال احسنکم خُلقاً۔ (الادب المفرد باب حسن الخلق)

ترجمہ۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے باپ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرما رہے تھے کیا میں تم کو بتلاؤں کہ مجھے تم میں سے سب سے زیادہ پیارا اور قیامت کے دن میری نشست کے زیادہ قریب کون ہوگا؟۔ صحابہ خاموش ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں حضورؐ نے دو یا تین مرتبہ اس کو دہرایا۔ تب صحابہ نے عرض کیا۔ اے پیغمبر خدا ارشاد فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا جو تم میں سے اخلاق میں سب سے اچھا ہے۔ وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور قیامت کے دن اسے میرا قرب نصیب ہوگا۔

امام بخاریؒ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ادب المفرد میں یہ حدیث لائے ہیں۔ اس باب میں امام صاحب یہ حدیث بھی لائے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری بعثت کی غرض ہی یہی ہے کہ تا میں اچھے اخلاق کی تکمیل کروں۔ اعلےٰ اخلاق کا معراج حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں ہوا۔ عدل، سخاوت، شجاعت، دیانت، صداقت کا جو ظہور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوا وہ کسی سے نہ ہوا۔ آپ کی بعثت کی غرض صرف چند ایمانیات کا بیان یا بعض عقائد کی تبلیغ نہ تھی۔ آپؐ کی بعثت کی غرض با اخلاق انسان پیدا کرنا تھا۔ ایسے انسان جن سے بہتر انسان دنیا کی آنکھ نے نہ دیکھے تھے۔ وہ انسان جنہوں نے معلّم اخلاق کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے اور پھر وہ دنیا کے معلّم بنے۔ عام آدمی کو اس سے کیا غرض کہ فلاں شخص کا عقیدہ کیا ہے یا فلاں فرد کیا نظریہ رکھتا ہے۔ وہ تو اس کے اعمال اور چلن کو دیکھ کر اس کی شخصیت کا وزن کرتا ہے۔ اسی باب کی ایک دوسری حدیث میں حضور فرماتے ہیں۔ تم میں سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق بہتر ہیں۔

(کلمات طیبات امام الزمان علیہ السّلام)

بارش کی افراط و تفریط

"خدا تعالیٰ جس چیز سے کوئی کام لینا چاہتا ہے اوّل اس کام کے متعلق جس قدر مصالح ہیں ان تمام مصالح کے مناسب حال اس چیز میں قوے رکھ دیتا ہے۔ مثلاً ایک فعل خدا تعالیٰ کا بارش ہے جس کے انواع اقسام کے اغراض کیلئے ہمیں ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال کے موافق کبھی اس بارش کو عین وقتوں پر نازل کرتا ہے اور افراط تفریط کے نقصانوں سے ہمارے کھیتوں اور ہماری صحتوں کو بچا لیتا ہے اور کبھی دنیا پر کوئی تنبیہ کرنا منظور ہوتا ہے تو بارش کو جس ملک سے چاہے روک لیتا ہے یا اس میں افراط تفریط رکھ دیتا ہے۔ کبھی ایک ملک یا ایک شہر یا ایک گاؤں یا ایک قطعہ زمین کو بعض آدمیوں کو سزا دینے کے لئے اس بارش کے نفع سے بکلی محروم کر دیتا ہے اور جس قدر چاہتا ہے فقط اسی قدر بادل کو آسمان کی فضا میں پھیلاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک کھیت میں بارش برستی ہے اور ایک دوسرا کھیت جو اس کے ساتھ ملحق ہے اس بارش کے ایک قطرہ سے بھی بہرہ یاب نہیں ہوتا اور خشک اور دھوپ میں سڑا ہوا رہ جاتا ہے، ایسا ہی کبھی ایک ہوا کا بگڑنا ایک شہر یا ایک اقلیم یا ایک محلہ کو سخت وبا میں ڈالتا ہے اور دوسری طرف کو بکلی بچا لیتا ہے۔ اسی طرح ہم ہزارہا دقیق در دقیق ربانی مصالح دیکھتے ہیں"

(آئینہ کمالات اسلام نشان ۱۵۳ اصاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم عربی کلام

سِهَامُ الْمَوْتِ تَفْجَأُ يَا عَزِيْزِيْ

(اے میرے عزیز موت کے تیر ناگہاں آ لگتے ہیں۔)

بِمُطَّلِعٍ عَلٰى اَسْرَارِ بَالِيْ
قسم اسکی جو میرے دل کے بھیدوں پر آگاہ ہے

بِعَالِمِ عَيْبَتِيْ فِيْ كُلِّ حَالِيْ
اور قسم اسکی جو ہر حال میں میرے ستر کو جاننے والا ہے

بِوَجْهٍ قَدْ رَأٰى اَعْشَارَ قَلْبِيْ
قسم اُس منہ کی جس نے میرے دل کے ٹکڑوں کو دیکھا ہے

بِمُسْتَمِعٍ لِصَرْخِيْ فِي اللَّيَالِيْ
اور قسم اُس کی جو راتوں کو میری چیخوں کو سنتا ہے۔

لَقَدْ اُرْسِلْتُ مِنْ رَبٍّ كَرِيْمٍ
میں رب کریم و رحیم کی طرف سے

رَحِيْمٍ عِنْدَ طُوْفَانِ الضَّلَالِ
گمراہی کے طوفان کے وقت میں بھیجا گیا ہوں۔

اَيَا لِلْاِيْذَاءِ اَتْرُكُ اَمْرَ رَبِّيْ
کیا میں ایذا سے اپنے رب کا امر چھوڑ دوں گا

وَمِثْلِيْ حِيْنَ يُؤْذٰى لَا يُبَالِيْ
اور مجھ سا تو ایذا کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔

اَلَا اِنِّيْ اُقَاوِمُ كُلَّ سَهْمٍ
میں ہر ایک تیر کے آگے سینہ سپر ہوتا ہوں۔

وَاَقْلِي الْاِكْتِنَانَ عَنِ النِّبَالِ
اور تیروں سے اوٹ میں چھپنا بہت برا سمجھتا ہوں

اَلَا يَا خَاطِبَ الدُّنْيَا الدَّنِيَّةْ
اے ذلیل دنیا کے طالب

فَذَكِّرْ يَوْمَ قُرْبِ الْاِرْتِحَالِ
اپنے کوچ کے دن کو یاد کر۔

سِهَامُ الْمَوْتِ تَفْجَأُ يَا عَزِيْزِيْ
اے میرے عزیز موت کے تیر ناگہاں آ لگتے ہیں۔

وَلَوْ طَالَ الْمُدٰى فِي الْاِنْتِقَالِ
اگرچہ موت کی مہلت لمبی ہو جائے۔

وَلَسْتُ بِطَالِبِ الدُّنْيَا كَزَعْمِكَ
جیسا تیرا خیال ہے میں ہرگز طالب دنیا نہیں

وَقَدْ طَلَّقْتُهَا بِالْاِعْتِزَالِ
میں نے تو اس سے علیحدگی اختیار کر کے اسے طلاق دے دی ہے

تَرَكْنَا هٰذِهِ الدُّنْيَا لِوَجْهٍ
ہم نے اس دنیا کو ایک مقدس چہرہ کی خاطر چھوڑ دیا ہے۔

وَاٰثَرْنَا الْجَمَالَ عَلَى الْجَمَالِ
اور اُس جمال کو اُس جمال پر ترجیح دی ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام

دل نمی گیرد تسلّی جز خدا

(خدا کے بغیر انسان کا دل تسلّی نہیں پاتا)

دل نمی گیرد تسلّی جز خدا
خدا کے بغیر انسان کا دل تسلّی نہیں پاتا۔
ایں چنیں افتاد فطرت ز ابتداء
ابتداء سے آدمی کی فطرت یہی ہے۔

دل ندارد صبر از قولِ نگار
معشوق کے کلام کے سوا دل کو صبر نہیں آتا۔
کاشتند ایں تخم از آغازِ کار
ازل سے خدا نے یہ بیج اس کی فطرت میں بو دیا ہے

آنکہ انسان را چنیں فطرت بداد
وہ خدا جس نے انسان کو ایسی فطرت دی۔
چوں کمالِ فطرتش دادے بباد
وہ کس طرح اس کی فطرت کے اس کمال کو برباد کر دیتا

کارِ حق کے از بشر گردد ادا
خدا کا کام انسان سے کیونکر ادا ہو سکتا ہے۔
کے شود از کرمکے کارِ خدا
ایک کیڑے سے خدائی کام کب ہو سکتے ہیں۔

ما ہمہ جہلیم او دانائے راز
ہم سب نادان ہیں اور وہی واقفِ اسرار ہے
ما ہمہ کوریم و اورا دیدہ باز
ہم سب اندھے ہیں اور وہی ایک بینا ہے۔

با خدا ہم دعوئے فرزانگی
خدا کے مقابل عقلمندی کا دعوےٰ کرنا
سخت جہل است و رگِ دیوانگی
سخت جہالت اور دیوانہ پن ہے۔

تافتن رو از خورِ تاباں کہ من
روشن سورج سے منہ پھیر لینا اس خیال سے کہ میں
خود برآرم روشنی از خویشتن
اپنے اندر سے آپ ہی روشنی نکال لوں گا

عالمے را کور کرد است ایں خیال
اس خیال نے ایک دنیا کو اندھا اور بہرہ کر دیا ہے
سرنگوں افگند در چاہِ ضلال
اور انہیں گمراہی کے کنوئیں میں ڈال دیا ہے

ناز بر فطنت مکن گر فطنتے است
اگر کچھ عقل ہے تو اس عقل پر ناز نہ کر
در رہِ تو ایں خردمندی بتے است
تیرے راستہ میں یہ عقل ایک بت ہے۔

(براہین احمدیہ)

نماز باجماعت کی اہمیت

— (محترم مولانا نذیر احمد صاحب مبشر فاضل ربوہ) —

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں تقوےٰ شعار مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ (البقرۃ آیت ۴)

یعنی متقی وہ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جو (کچھ) ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

لغت میں اقامۃ کے ایک معنی اعتدال اور درستی کے ہیں کیونکہ قَامَ الْاَمْرُ کے معنی ہیں" معاملہ درست ہوگیا" پس اَقَامَ الصَّلٰوۃَ کے معنی یہ ہوئے کہ نماز کو اس کی ظاہری شرائط کے مطابق ادا کیا جائے اور اس کے لئے جو قواعد مقرر کئے گئے ہیں انہیں توڑا نہ جائے مثلاً تندرستی میں اور پانی کی موجودگی میں وضو کرکے نماز پڑھی جائے۔ اور وضو ان شرائط کے ساتھ کیا جائے جو شریعت نے مقرر کی ہیں۔ صحیح اوقات میں نماز ادا کی جائے۔ نماز میں قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ کو عمدگی سے ادا کیا جائے اور حتی الوسع کپڑوں کی صفائی کو مدنظر رکھا جائے۔

۲۔ اقامتِ صلوٰۃ کے دوسرے معنی نماز کو باقاعدگی سے ادا کرنے کے ہیں کیونکہ قَامَ عَلَی الْاَمْرِ کے معنی ہیں کسی چیز پر ہمیشہ قائم رہنا۔ ان معنوں کی رو سے یہ فرض قرار دیا گیا ہے کہ نماز پر مداومت اختیار کی جائے اور اس کی ادائیگی میں ناغہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ اسلام کے نزدیک ایسی نماز جس میں ناغہ کیا جائے۔ نماز تصور نہیں ہوتی۔

۳۔ اقامتِ صلوٰۃ کے تیسرے معنی نماز کو کھڑا کرنے کے ہیں یعنی نماز کو گرنے نہ دیا جائے اور نماز پڑھنے والا پوری کوشش کرے کہ نماز درست اور باشرائط ادا کرے۔ اور اندرونی اور بیرونی تاثرات کی وجہ سے اس کی توجہ نماز سے ہٹ کر دوسرے خیالات میں نہ پھنس جائے۔ اور نماز سنوار کر ادا کرنے میں کوشاں رہے۔

۴۔ اقامتِ صلوٰۃ کے چوتھے معنی دوسروں کو نماز کی ترغیب دلانے کے ہیں۔ کیونکہ کسی کام کو کھڑا کرنے کا

ایک طریق یہ بھی ہے کہ اسے رائج کیا جائے اور دوسرے لوگوں کو ترغیب دی جائے کہ وہ بھی اس فریضہ کو ادا کریں اور جو سست ہیں انہیں تحریک کر کے چست کیا جائے۔

۵۔ اقامتِ صلوٰۃ کے پانچویں معنی نماز باجماعت ادا کرنے کے ہوتے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں جہاں بھی نماز پڑھنے کا حکم آیا ہے۔ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کے الفاظ میں آیا ہے۔ کبھی بھی خالی صَلُّوْا کے الفاظ استعمال نہیں ہوئے۔ اصل حکم یہی ہے کہ فرض نماز کو باجماعت ادا کیا جائے۔ بغیر جماعت کے نماز صرف مجبوری کی حالت میں جائز ہے۔

۶۔ اقامتِ صلوٰۃ کے چھٹے معنی یہ ہیں کہ نماز چستی اور ہوشیاری سے ادا کی جائے۔ اور سستی اور غفلت کو پاس نہ آنے دیا جائے۔ اور پورے عزم اور پختہ ارادہ سے اس کا اہتمام کیا جائے۔ تاکہ خیالات میں پراگندگی پیدا نہ ہو اور نماز کا مغز ہاتھ سے جاتا نہ رہے۔

اقامتِ صلوٰۃ کے تعلق میں ذیل میں چند احادیث درج کی جاتی ہیں جن میں نماز کے فوائد اور عدم ادائیگی نماز کے نقصانات، آدابِ نماز اور شرائط کا ذکر ہے۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِی الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰی صَلٰوتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ وَفِیْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ ضِعْفًا وَذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا یُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ یَخْطُ خَطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ بِهَا خَطِیْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰی لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ مَادَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا یَزَالُ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ وَزَادَ فِیْ دُعَآءِ الْمَلٰٓئِكَةِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَیْهِ مَالَمْ یُؤْذِ فِیْهِ مَالَمْ یُحْدِثْ فِیْهِ (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کی باجماعت نماز اس کی اس نماز سے پچیس درجے زیادہ ہوتی ہے جو وہ گھر میں یا بازار میں اکیلے پڑھے اور یہ اس لئے ہے کہ اس نے جس وقت وضو کیا تو اچھا وضو کیا اور پھر وہ گھر سے صرف نماز ادا کرنے کے لئے باہر نکلا۔ ہر قدم جو نماز کے لئے مسجد کی طرف جانے کے لئے اٹھاتا ہے اس کے ساتھ اسے ایک درجہ اور بلندی دیا جاتا ہے اور ایک گناہ اس سے ساقط کر دیا

جاتاہے۔ پھر جب وہ نماز ادا کرتا ہے تو جب تک وہ جائے نماز میں رہتا ہے۔ فرشتے اس کے لئے یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ الٰہی تو اسے برکت دے۔ الٰہی تو اس پر رحم فرما۔ اور تم میں سے ہر ایک جب تک نماز کے لئے انتظار میں ہوتا ہے۔ نماز میں ہی ہوتا ہے۔

ایک اور روایت میں فرمایا جب وہ مسجد میں داخل ہوتا ہے تو نماز ہی اس کو وہاں روکے رکھتی ہے اور فرشتوں کی دعا میں یہ الفاظ زیادہ کئے ہیں کہ اے اللہ تو اسے بخش دے۔ اے اللہ تو اس پر اس وقت تک رجوع برحمت رہے جب تک یہ کسی کو زبان یا ہاتھ سے ایذا نہ دے اور اس کا وضو نہ ٹوٹے۔

۲۔ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْماً الصُّبْحَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ اَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَيْتُمُوْهُمَا وَلَوْ حَبْواً عَلَى الرُّكَبِ وَاِنَّ الصَّفَّ الْاَوَّلَ عَلٰى مِثْلِ صَفِّ الْمَلٰئِكَةِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِيْلَتُهُ لَابْتَدَرْتُمُوْهُ وَاِنَّ صَلٰوةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْكٰى مِنْ صَلٰوتِهٖ وَحْدَهٗ وَصَلٰوتُهٗ مَعَ الرَّجُلَيْنِ اَزْكٰى مِنْ صَلٰوتِهٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا كَثُرَ فَهُوَ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ

(ابوداؤد و نسائی)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا کیا فلاں حاضر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں پھر فرمایا فلاں حاضر ہے صحابہؓ نے عرض کی نہیں۔ پھر فرمایا۔ یہ دونوں نمازیں (فجر و عشاء) منافقوں پر بہت گراں ہوتی ہیں۔ اگر تم جانتے کہ ان دونوں میں کیا ثواب ہے تو تم ان کے لئے گھٹنوں کے بل چل کر آتے۔ نماز کی پہلی صف فرشتوں کی صف کی مانند ہے۔ اگر تم جانتے اس میں کیا ثواب ہے تو تم اس میں پہنچنے کے لئے جلدی کرتے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اکیلے ادا کی جانے والی نماز سے وہ نماز زیادہ پاکیزہ ہے جو ایک اور شخص کے ساتھ مل کر ادا کی جائے۔ اور ایک شخص کے ساتھ ادا کی جانے والی نماز سے وہ نماز زیادہ پاکیزہ ہے جو دو اشخاص کے ساتھ ادا کی جائے اور جس قدر آدمی زیادہ ہوں نمازیں تو یہ امر اللہ تعالےٰ کو زیادہ محبوب ہے۔

۳۔ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ

فِیْ قَرْیَةٍ وَّلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِیْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَعَلَیْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا یَاْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِیَةَ۔

(ابوداؤد نسائی۔ مسند احمد بن حنبل)

حضرت ابودرداءؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی بستی یا بادیہ میں تین اشخاص ہوں اور وہاں باجماعت نماز ادا نہ کی جائے تو ان پر شیطان غالب ہوتا ہے پس جماعت کو لازم پکڑو کہ بھیڑیا اس بھیڑ کو کھاجاتا ہے جو ریوڑ سے دور ہو۔

۴۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِیَ فَلَمْ یَمْنَعْهُ مِنِ اتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلّٰی (ابوداؤد۔ الدارقطنی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اذان کہنے والے کی آواز سنے۔ پھر اس کی آواز پر لبیک کہنے سے اسے کوئی عذر نہ روکے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ عذر سے کیا مراد ہے۔ آپؐ نے فرمایا خوف یا بیماری۔ تو جو نماز وہ اکیلے پڑھے گا۔ وہ اس سے قبول نہ کی جائے گی۔

۵۔ مسلم میں ایک اور حدیث آتی ہے جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے تئیں اور صحابہ کو اس حالت میں دیکھا کہ سوائے ایسے منافق کے جس کا نفاق ظاہر ہو یا مریض کے کوئی نماز باجماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا۔ اگرچہ اس وقت مریض دو آدمیوں کے درمیان ان کے سہارے چلتا ہوا نماز کے لئے مسجد میں آتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مزید فرماتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کے طریقے سکھائے ہیں۔ اور ایسی مساجد میں جہاں اذان دی جاتی ہو نماز ادا کرنا بھی ہدایت کے طریقوں میں سے ہے۔

۶۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ وہ کل کو اللہ تعالیٰ سے حقیقی مسلم کی صورت میں ملاقات کرے تو اسے چاہیئے کہ ان پانچوں نمازوں کی اس جگہ حفاظت کرے جہاں ان کے لئے اذان دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدایت کے طریق مقرر فرمائے ہیں۔ اور پانچوں نمازیں بھی ان ہدایت کے طریقوں میں شامل ہیں۔ پس اگر تم اپنے گھروں میں نمازیں ادا کرو گے۔ جیسا کہ یہ نماز باجماعت

سے پیچھے رہنے والا اپنے گھر میں ادا کرتا ہے۔ تو تم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے تارک ہوگے اور اگر تم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کرو گے تو تم گمراہ ہو جاؤ گے ہر وہ شخص جو وضو کرے اور اچھا وضو کرے۔ اور پھر ان مساجد میں سے کسی مسجد کا قصد کرے۔ تو اللہ تعالےٰ اس کے ہر قدم کے بدلہ میں جو وہ اٹھاتا ہے اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔ اور اس کو اس قدم کے سبب سے ایک درجہ اونچا کرتا ہے۔ اور اس سے ایک برائی کو دور کرتا ہے۔ البتہ میں نے اپنے تئیں اور صحابہ رض کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ ان میں سے کوئی شخص نماز باجماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا سوائے ایسے منافق کے جس کا نفاق ظاہر ہوتا تھا۔ اس وقت ایک بیمار کو اس حالت میں نماز باجماعت کے لئے مسجد میں لایا جاتا تھا کہ وہ ضعف کی وجہ سے دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد میں آتا یہاں تک کہ اسے صف میں کھڑا کیا جاتا۔

۷۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَا مَا فِي الْبُيُوْتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالذُّرِّيَّةِ اَقَمْتُ الْعِشَآءَ وَ اَمَرْتُ فِتْيَانِيْ يُحْرِقُوْنَ مَا فِي الْبُيُوْتِ بِالنَّارِ (مسند احمد بن حنبل)

حضرت ابوہریرہ رض روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں عشاء کی نماز کھڑی کرتا اور اپنے نوجوانوں کو حکم دیتا کہ جو کچھ گھروں میں ہے اسے جلا دو۔

ماہنامہ رپورٹ کارگزاری انصار اللہ

مرکز کی طرف سے تمام مجالس انصار اللہ کو یہ ایک ضروری ہدایت ہے کہ وہ اپنی ماہانہ رپورٹ کارگزاری مطبوعہ رپورٹ فارم پر درج کر کے ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ مرکز میں بھجوائیں۔ مگر بعض مجالس کی طرف سے رپورٹیں باقاعدگی سے نہیں مل رہیں۔ ایسی تمام مجالس سے درخواست ہے کہ وہ ماہانہ رپورٹیں بھجوانے میں باقاعدگی اختیار کریں۔ جزاهم الله احسن الجزاء

اپنی ماہ جون کی رپورٹ فوراً بھجوائیں۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۱۲۵ سال

حدیث کا صحیح مفہوم

—(از مکرم شیخ عبد القادر صاحب ۲۱۵ رستم پارک نواں کوٹ لاہور)—

مصر کے جلیل القدر مؤرخ علامہ احمد امین (مرحوم) اپنی کتاب "فجر الاسلام" میں لکھتے ہیں:۔

"علماء نے حدیث کے جرح و تعدیل کے قواعد مقرر کئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ علماء نے سند کی تنقید پر اس سے کہیں زیادہ زور دیا جتنا متن کی تنقید پر۔ آپ شاذ و نادر ہی اس طرح کی کہیں تنقید پائیں گے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے جو بات بیان کی گئی ہے۔ وہ ان حالات سے مطابقت نہیں رکھتی جن میں وہ کہی گئی ہے۔ یا تاریخی حوادث جو ثابت شدہ ہیں وہ اس کے خلاف ہیں .... جس قدر اہتمام انہوں نے راویوں کی جرح و تعدیل کا کیا ہے متن کے سلسلہ میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا گیا۔" (فجر الاسلام حصہ دوم صفحہ ۶۲۰ اردو ترجمہ)

آپ حیران ہوں گے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تنقید متن اور سند دونوں پر حاوی تھی۔ جرح و تعدیل کے باب میں جو اصول حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے متعین کئے وہ بے مثال ہیں۔

"نہ صرف اسی قدر کہ اپنی روایتوں کو انہوں نے مسامحات سے پاک رکھا، بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا وہ دوسروں کی روایتوں کی بھی تصحیح کر دیتی تھیں، فن حدیث بلکہ مذہب اسلام پر ان کا بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے اپنے معاصرین کے مسامحات کی نہایت سختی سے دارو گیر اور ان کی غلط فہمیوں کی اصلاح کی، محدثین کی اصطلاح میں اس کو استدراک کہتے ہیں۔" (سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا از سلیمان ندوی صفحہ ۱۸۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:۔

"خدا ابو ہریرہ پر رحم کرے۔ اچھی طرح سنا نہیں تو اچھی طرح کہا بھی نہیں۔"

اس مختصر فقرہ میں جرح و تعدیل کا دریا کوزے میں بند ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب سیرت عائشہؓ میں "حدیث" کا ایک پورا باب باندھا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضؓ کی ناقدانہ نظر کی وسعتوں کا ذکر کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے ہر طرح کی غلطیاں نکالی ہیں۔ یہ باب قابل دید ہے۔ اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو میں بعض مثالوں کو دہرا دیتا۔ لیکن اس وقت مجھے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روائت پر کچھ کہنا ہے۔ میرے نزدیک اس حدیث کے راویوں نے اِلّا کا اضافہ کر دیا اور مفہوم کچھ کا کچھ ہو گیا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مرض میں جس میں آپ بالآخر فوت ہوئے حضرت فاطمہؓ کو فرمایا کہ جبرائیل ہر سال قرآن شریف کا ایک دفعہ میرے ساتھ مقابلہ کرتا تھا اور اس سال دو دفعہ کیا ہے وَ اَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ نَبِیٌّ اِلَّا عَاشَ نِصْفَ الَّذِیْ قَبْلَہٗ اور جبرائیل نے مجھے خبر دی ہے کہ جس قدر پہلے نبی ہوئے ہیں ہر ایک اپنے ماقبل سے نصف عمر پاتا رہا ہے اور یہ بھی مجھے خبر دی ہے کہ عیسےٰ ابن مریم ایک سو بیس برس زندہ رہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ ساٹھ سال کے سر پر میں بھی جانے والا ہوں۔"

(مواہب لدنیہ از علامہ قسطلانی جلد اوّل ص۴۲)

اس روائت پہ غور کریں حضرت عائشہؓ کے الفاظ کو راوی نے پورے طور پر محفوظ نہیں رکھا۔ موجودہ مفہوم کے پیش نظر کہ ہر پیغمبر کی عمر پہلے سے نصف ہوتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر کوئی کمپیوٹر ہی نکال سکتا ہے۔ پیغمبر اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوئے ہیں اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ سال تھی تو اندریں صورت حضرت یحیٰ کی عمر ۲۴۰ سال چاہیئے۔ حضرت زکریا کی ۴۸۰ حضرت سلیمانؑ کی عمر حضرت داؤدؑ سے نصف ماننا ہوگی علیٰ ھذا القیاس۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی عمر کئی لاکھ سال بنے گی۔ آدمؑ تک پہنچتے پہنچتے تو کسی کمپیوٹر سے مدد لینا پڑے گی۔ حالانکہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۷۵ سال تھی اور حضرت موسےٰؑ کی ۱۲۰ سال۔ پس حدیث کا یہ مفہوم بالبداہت واقعات عالم اور تاریخ کے خلاف ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فطانت و ذہانت بے مثال تھی وہ جرح و تعدیل کے بغیر اس روائت کو کہاں قبول کر سکتی تھیں۔ یہاں سند کی تنقید کے ساتھ متن کی تنقید کی ضرورت ہے۔ حدیث کو ایک دفعہ پھر پڑھیں۔ اب اِلَّا کو چھوڑ دیں۔ اندریں صورت مفہوم یوں بنے گا۔

"جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے پہلے نبی سے نصف عمر پائی ہو۔ لیکن میں پاؤں گا)

گویا اس میں نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت بیان ہوئی ہے۔ اور یہ خصوصیت تاریخ کے عین مطابق ہے۔ انبیاء کی معلومہ عمروں کو سامنے رکھیں۔ کسی نے پہلے نبی سے نصف عمر نہیں پائی۔ یہ خصوصیت ہمارے سید و مولا صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے دیکھ لیجئے ایک اِلّا کے اضافہ سے مفہوم کتنا بدل گیا۔ اِلّا کے بغیر بھی زبان عربی کے لحاظ سے فقرہ مکمل ہے۔ لیکن مفہوم درست اور تاریخ کے مطابق ہو گیا

(۲)

جن مشہور انبیاء کے تاریخی حالات محفوظ ہیں۔ ان کی عمر بروئے بائیبل حسب ذیل ہے

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام	۱۷۵ سال	پیدائش ۲۵/۷
۲۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام	۱۳۷ "	پیدائش ۲۵/۱۷
۳۔ حضرت اسحاق علیہ السلام	۱۸۰ "	" ۳۵/۲۸
۴۔ حضرت یعقوب علیہ السلام	۱۴۷ "	" ۴۷/۲۸
۵۔ حضرت یوسف علیہ السلام	۱۱۰ "	" ۵۰/۲۲
۶۔ حضرت ایوب علیہ السلام	۱۴۰ "	ایوب ۴۲/۱۶
۷۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱۲۰ "	استثناء ۳۴/۷
۸۔ حضرت داؤد علیہ السلام	۷۰ "	سموئیل ۲ ۵/۴
۹۔ حضرت سلیمان علیہ السلام	۶۰ "	(اندازاً)

(ڈکشنری آف بائیبل از جان ڈیوس)

ظاہر ہے کہ نصف عمر والا خیال صحیح نہیں ہے اس کے برعکس یہ نظریہ درست ہے کہ کسی نبی نے پہلے سے نصف عمر نہیں پائی۔ یہ خصوصیت نبوی ہے۔

(۳)

اس نکتہ کو میں نے مکرم مولانا عبداللطیف صاحب بہاولپوری کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

"حدیث لم یکن نبیٔ الّا عاش نصف الذی قبلہ کے متعلق جو آپ کا ذہن اس طرف گیا ہے کہ اس میں لفظ اِلّا کسی راوی کی سمجھ کی غلطی ہے مفہوم بغیر اِلّا کے ٹھیک رہتا ہے

یہ ایک عجیب نکتہ ہے۔ عموماً احادیث میں راویوں کی غلط فہمی یا الفاظ کی کمی بیشی کی وجہ سے احادیث کو قبول کرنے سے رخنہ پڑجاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک موقعہ پر حضرت ابوہریرہؓ پر بھی اسی قسم کا اعتراض کیا تھا جبکہ وہ حدیث بیان کرتے تھے کہ مرنے والے پر ان کے ورثا کے رونے سے میت کو عذاب پہنچتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے اس پر جرح کرکے اصل حقیقت کا انکشاف فرمایا۔ اسی طرح مذکورہ بالا حدیث کو بھی محدثین نے ظاہری مفہوم میں قبول نہیں کیا۔ اور اس کی تاویل یوں کی کہ اس میں سب نبیوں کی خبر نہیں بلکہ حضرت عیسےٰ جنہوں نے آپ سے پہلے ۱۲۰ سال کی عمر پائی تھی مراد ہیں۔ ان شراح محدثین کے خیال سے آپ کا خیال روشن تر اور قریب الی الفہم ہے۔ فجزاکم اللہ تعالیٰ۔ مجھے آپ کا یہ نکتہ بہت پسند آیا۔"

(۴)

جبرائیل نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ سال بتائی یا ۱۲۵ سال۔ قرائن بتاتے ہیں کہ راوی کو اس بارہ میں بھی تسامح ہوا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۶۲/۶۳ سال تھی اس کا دگنا ۱۲۵ ہے نہ کہ ۱۲۰ سال۔ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب مَا ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ فِي اَيَّامِ السُّنَّةِ کے صفحہ ۴۳ پر لکھتے ہیں۔

وَعَاشَ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ خَمْسَ وَعِشْرِيْنَ سَنَةً وَمِائَةً

یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام ۱۲۵ برس تک زندہ رہے۔ گویا محدث دہلوی کے سامنے کوئی ایسی روایت بھی تھی جس میں عمر ۱۲۵ سال بتائی گئی۔ اگر روایت کی یہ صورت قبول کی جائے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی عمر سے پوری نصف بنتی ہے۔ اس بارے میں بھی تحقیق ہونی چاہیئے۔ کہ عمر ۱۲۰ بتائی گئی یا ۱۲۵۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۲۵ برس والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ (مسیح ہندوستان میں ص۵۳)

الغرض اس حدیث پر سند اور متن کے لحاظ سے جرح و تعدیل کی ضرورت ہے۔

اس حدیث میں ایک عظیم الشان انکشاف ہے جو کسر صلیب کی بنیاد ہے۔ علماء سلسلہ کو اس طرف پوری توجہ دینا چاہیئے۔ اس عاجز نے اپنی علمی بے بضاعتی کے باوصف بحث کا آغاز کردیا ہے۔

(۵)

نئی تحقیق کی رُو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

۹ قبل مسیح[1] میں ہوئی (میلادِ مسیح میں ۹ سال کی غلطی ہے) اور اس حساب سے آپ کی وفات اگر ۱۲۵ سال کی عمر میں ہوئی تو کم و بیش ۱۱۶ عیسوی سال وفات بنتا ہے۔ چرچ ہسٹری میں لکھا ہے کہ دوسری صدی میں ایسی روایات مشہور ہوئیں کہ حضرت مسیح بوڑھے ہو کر فوت ہوئے۔[2]

دوسری صدی کے پہلے رُبع میں ایشیائے کوچک میں ہیرو پولس کے بشپ مقدس پاپیاس Papias ہوئے ہیں انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے سوانح حیات پانچ جلدوں میں ترتیب دیئے چرچ نے ان کو محفوظ نہیں رکھا۔ ان کے زمانہ کی روایات دوسری صدی کے آخر میں مقدس آئرنیوس نے اپنے مکالمات میں درج کی ہیں۔ ایک روائت یہ ہے کہ ہمارے آقا کامل نمونہ تبھی ہو سکتے ہیں کہ ہر دَور زندگی انہوں نے دیکھا ہو۔ حضرت مسیح زندگی کے ہر دَور سے گزرے۔

ان کا بچپن بچوں کے لئے نمونہ تھا۔ لڑکپن لڑکوں کے لئے۔ جوانی جوانوں کے لئے۔ انہوں نے بڑھاپا بھی دیکھا ان کا بڑھاپا بوڑھوں کے لئے نمونہ تھا۔

وہ بوڑھے ہو کر فوت ہوئے[3]۔ اس طرح ہر دَور زندگی میں ان کی سیرت طیبہ سے اکتساب نُور ہو سکتا ہے۔ آئرنیوس نے اس روائت کو بگاڑنے کی کوشش کی لیکن بسا غنیمت کہ روائت کے الفاظ محفوظ ہیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت مسیح دنیا کی دوسری طرف کے اقطار میں اتر گئے۔ وہاں انجیل کی آپ نے منادی کی۔ اس روائت کو بھی آئرنیوس نے مضحکہ خیز شکل میں پیش کیا۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ دونوں روائتیں انہوں نے بیان کر دی ہیں۔ ان کی تاویل اور تشریح کے قطع نظر قابل غور روائت کے الفاظ ہیں۔

قرائن بتاتے ہیں کہ پاپیاس کو حضرت مسیح علیہ السلام کی ہجرت، طویل زندگی اور وفات کی خبر پہنچ گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ چرچ نے ان کی کوئی تصنیف محفوظ نہیں رکھی۔ ان کا دعوےٰ ہے کہ میں نے گزرے ہوئے لوگوں کی روائتوں پر انحصار نہیں کیا۔ بلکہ ایک "زندہ آواز" کو قلمبند کیا ہے۔

ہندوستان میں حضرت مسیح کی وفات کشانوں کے عہد میں ہوئی۔ حضرت مسیح علیہ السلام شمال مغربی ہندوستان

---

[1] The Ascent of Man by J. Bronowski p. 444 "Christ Jesus" (c. 8. BC - 33AD)

[2] Early Church History by Dechesne Vol I p. 103

[3] Documents of the Christian Church by Scowcraft p. 30.

میں وارد ہوئے تو یہاں انڈوپارتھی حکمران تھے۔ اس وقت گونڈوفرنس Gondophernes کی حکومت تھی اس بادشاہ کا عہد ۲۰ تا ۴۸ عیسوی ہے۔ قرونِ اولیٰ کی کتاب "اعمال توما" میں لکھا ہے کہ گوندوفارس بادشاہ کے عہد میں توما ٹیکسلا آئے تھے۔ "اعمال توما" میں حضرت مسیح کی موجودگی کے بھی اشارات ہیں۔ یہ بادشاہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ انتہائی عقیدت رکھتا تھا۔ اس کے بعد ساکا قوم کے یوچی قبائل حملہ آور ہوئے۔ کشان انہی کی ایک شاخ تھی۔ کنشک کشانوں کا عظیم بادشاہ تھا جس نے پہلی دفعہ وادیٔ کشمیر کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس نے کشمیر میں ایک قصبہ بسایا جس کا نام آج بھی کنشکا پورا ہے اس کا عہد ۷۸ ہے یا ۱۲۰ عیسوی؟ اس کا ابھی فیصلہ نہیں ہو پایا۔ غالب امکان ۷۸ء کا ہے۔

بھوشش پران میں ہے کہ ایک ساکا راجہ ہمالہ دیش گیا۔ اور وہاں "عیسیٰ مسیح" سے اس کی ملاقات ہوئی۔ بادشاہ بڑے عزت و احترام سے پیش آیا۔ اس ساکا راجہ نے ہمالہ دیش میں کسی جگہ آپ کو بسا دیا۔ اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کنشک تھا کیونکہ پہلی دفعہ اسی نے وادیٔ کشمیر کو اپنی سلطنت کا جزو بنایا۔ ویسے بھی یہ بادشاہ بہت روادار تھا۔ گوتم بدھ کا پیروکار تھا لیکن ایران، یونان، ہندوستان کے مصلحین کو اس نے اپنا لیا تھا اس کے سکوں سے یہ امر ظاہر ہے کنشک کے عہد کا آغاز اگر ۷۸ عیسوی مانا جائے تو اسی بادشاہ کے عہد میں حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات ہوئی۔

صلیبی حادثہ کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام سے تین بادشاہوں نے عقیدت کا اظہار کیا۔

۱۔ ایڈیسہ ونصیبین کا بادشاہ ابگر
۲۔ ٹیکسلا کا بادشاہ گنڈوفرنس
۳۔ کشان بادشاہ کنشک

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" فرماتے ہیں:۔

"اور قرآن شریف میں ایک یہ بھی آیت حضرت مسیح کے حق میں ہے۔ وَجِیۡھًا فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَمِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ دنیا میں بھی مسیح کو اس کی زندگی میں وجاہت یعنی عزت اور مرتبہ اور عام لوگوں کی نظر میں عظمت اور بزرگی ملے گی اور آخرت میں بھی ۔ ۔ ۔ قرآن شریف میں ایک یہ بھی آیت ہے کہ مسیح کو خدا نے ایسی برکت دی کہ جہاں جائے گا وہ مبارک ہوگا۔ (وَجَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ)۔ سو وہ فوت نہ ہوا جب تک اسکو شاہانہ عزت نہ دی گئی۔" (ص ۵۲)

قرآنی حقائق عصر حاضر میں منکشف ہو رہے ہیں۔

حُسنِ عمل

نفس کو اپنے یہ کیا خوب سزا دی مَیں نے
گالیاں سُن کے بھی دشمن کو دعا دی مَیں نے

جذبۂ حُزن کو تعلیمِ فنا دی مَیں نے
شُکر کی رسم زمانے کو سکھا دی مَیں نے

"وقت ہے وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت"
سارے عالم کو یہ آواز سنا دی مَیں نے

مَیں نے سوئے ہوئے جذبات کو بیدار کیا
آتشِ شوق کو کچھ اور ہوا دی مَیں نے

مَیں نے زخموں کو سکھایا گُلِ خنداں بننا
دل میں فردوس کی تصویر سجا دی مَیں نے

اِس کو غم خواریٔ انساں کا بنایا خُوگر
دلِ پُردرد کو یہ طرفہ فضا دی مَیں نے

شیشۂ دل میں اُجاگر کیا توحید کا نقش
بدعت و شرک کی تصویر مٹا دی مَیں نے

عہد باندھا ہے بلا شرط وفاداری کا
خدمتِ قوم میں ہر شرط اُڑا دی مَیں نے

کوئی ارماں نہ حسرت نہ تمنّا دل میں
اپنے رستے سے ہر ایک اینٹ ہٹا دی مَیں نے

کیا بگاڑے گی بھلا گردشِ دوراں میرا
شجرِ شوق کی ہر شاخ جلا دی مَیں نے

آتشِ شوق بھڑکتی رہی رہ رہ کے مگر
دل نے جو شمع جلائی وہ بجھا دی مَیں نے

اپنی ہستی کو مٹا کر رہِ اُلفت میں سلیمؔ
دادِ جاں بازیٔ اربابِ وفا دی مَیں نے

سلیمؔ شاہجہانپوری نوابشاہ

کسوف وخسوف کا تاریخی نشان

مکرم دوست محمد صاحب شاہد ربوہ

قرآن مجید میں کسوف وخسوف کا ذکر

اللہ جل شانہٗ نے اپنی پاک کتاب میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اسلام اور قرآن مجید) حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے ہمیشہ آفاقی اور انفسی نشانات ظاہر کرتا رہے گا۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (حٰمٓ سجدہ ۵۴)

ہم ان لوگوں کو تمام اطراف عالم میں بھی مزید اپنے نشان دکھائیں گے اور خود ان کی جانوں میں بھی یہاں تک کہ یہ امر ان کے لئے بالکل ظاہر ہو جائے گا کہ یہ حق ہے۔

ان آفاقی نشانات میں سے چاند سورج گرہن کا ایک نشان بھی ہے۔ جو قرب قیامت میں ظاہر ہونا مقدر تھا۔ چنانچہ کتاب کریم میں ہے۔

فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ (القیامۃ ۸، ۱۱)

ترجمہ: جس وقت آنکھیں پتھرا جائیں گی اور چاند گرہن ہوگا اور سورج اور چاند اکٹھے کئے جائیں گے۔ تب اس روز انسان کہے گا بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟

گرہن کے لوازم میں سے ہے کہ چاند اور سورج اپنی اصل وضع کی طرف عود کر آتے ہیں لہذا ماننا پڑے گا کہ یہ خبر آثار قیامت میں سے ہے۔ واقعات قیامت میں سے نہیں جبکہ پورا کارخانہ عالم درہم برہم ہو جائے گا یہی وجہ ہے کہ خود قرآن مجید نے نظام کائنات کی مکمل تباہی و بربادی کے لئے "تکویر" اور "کشط" کی اصطلاح قائم فرمائی ہے۔ (التکویر ع ۱)

گزشتہ مفسرین کے نزدیک شمس و قمر کے جمع ہونے کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ دونوں بے نور ہوجائیں گے (حکمت بالغہ ص۶۲۹ از مولانا ابوالجمال محمد عباسی چڑیا کوٹی مطبوعہ مطبع دار المعارف نظامیہ حیدرآباد دکن ۱۳۳۲ھ)

قرآن کی تفسیر حدیث میں

چاند اور سورج کے اس نشان کی تفسیر حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل روایت سے ملتی ہے:۔

اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ، وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ، وَلَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

(سنن دارقطنی الجزء الاول ص۹۵ مطبوعہ قاہرہ ۱۹۶۶ء۔ شائع کردہ السید عبد اللہ ہاشم یمانی مدینہ منورہ باب زیر صفت صلوٰۃ الخسوف والکسوف)

ترجمہ:۔ ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں اور جب سے کہ زمین و آسمان خدا نے پیدا کیا یہ نشان کسی اور مامور اور رسول کے وقت میں ظاہر نہیں ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مہدی معہود کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں چاند کا گرہن اس کی اوّل رات میں ہوگا اور سورج کا گرہن اس کے دنوں میں سے بیچ کے دن میں ہوگا۔ اور ایسا واقعہ ابتدائے دنیا سے کسی رسول یا نبی کے وقت میں کبھی ظہور میں نہیں آیا۔

امام دارقطنی کا بلند مرتبہ

یہ روایت حدیث کی مشہور عالم کتاب سنن دارقطنی میں ہے۔ جس کے مؤلف حضرت امام علی بن عمر (۳۰۶ھ — ۳۸۵ھ) جیسے بلند پایہ محدث ہیں جن کے شاگردان عظام میں سے عالم جلیل عبد العظیم منذری صاحب ترغیب و ترہیب، تمام رازی صاحب فوائد مشہورہ، ابو نعیم اصفہانی صاحب حلیۃ الاولیاء بھی ہیں۔ بزرگان امت ان کو موسسِ وقت اور امیر المومنین فی الحدیث سمجھتے تھے۔ جیسا کہ مدینہ منورہ کے عالم کبیر السید عبد اللہ ہاشم یمانی المدنی نے دارقطنی کے ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء کے مصری ایڈیشن کے دیباچہ میں مفصل بیان کیا ہے (جلد ا ص۹)

حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کو مشہور المحدیث عالم میر محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے تاریخ الحدیث (صلا۱۴) میں خاتم المفسرین والمحدثین لکھا ہے اپنی کتاب "بستان المحدثین" میں فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی فن معرفت علل حدیث و اسماء الرجال میں بے نظیر اور اپنے وقت کے یگانہ تھے چنانچہ خطیب رح اور حاکم اور اس فن کے دوسرے اماموں نے ان کی فضیلت کی شہادت دی ہے۔ (اردو ترجمہ بستان المحدثین صلا۶۷ ناشر نور محمد اصح المطابع آرام باغ کراچی ۱۳۳۴ھ)

متاخرین میں سے سمعانی رح ابن اثیر رح۔ ذہبی رح اور نووی رح وغیرہ نے امام دارقطنی کو فن حدیث میں مستند امام تسلیم کیا ہے۔ اور ان کو خراج تحسین ادا کیا ہے۔ (دیباچہ دارقطنی مطبوعہ مصر صلا۹)

ائمہ اہلبیت کا مستقل طریق

حضرت امام دارقطنی رح نے حضرت امام باقر رح کی مندرجہ بالا روایت احادیث کے سلسلہ میں لکھی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا یہی طریق تھا کہ وہ بوجہ اپنی وجاہت ذاتی کے سلسلہ حدیث کو نام بنام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچانا ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ ان کی یہ عادت شائع و متعارف ہے چنانچہ شیعہ مذہب میں صدہا اس قسم کی حدیثیں موجود ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مکتوبات جلد ۲ صلا۶ میں روایت بالا کو حدیث ہی قرار دیا ہے۔

اسلامی لٹریچر میں بکثرت ذکر

یہ حدیث کسوف و خسوف چونکہ ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل تھی۔ اس لئے اس کی حقیقت ہمیشہ ہی مختلف توجیہات و تعبیرات کے پردہ میں چھپی رہی ہے۔ ویسے بھی یہ مسلمہ اصول ہے کہ پیشگوئیوں کی واقعاتی تفصیلات پر اجماع نہیں ہو سکتا۔ ان کی حقیقت مستقبل میں اپنے وقت پر کھلتی ہے۔ چنانچہ جہاں تک اس حدیث کی عظمت و اہمیت کا تعلق ہے۔ اسے ہر مکتب فکر کے اکابر امت نے بڑی کثرت سے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ اور فتاوی حدیثیہ (خاتم الحفاظ علامہ ابن حجر مکی رح) قیامت نامہ (حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رح) اکمال الدین (سلطان الفقہا حضرت ابو جعفر محمد بن علی بابویہ رح) مکتوبات (حضرت مجدد الف ثانی رح) اور احوال الآخرت (حافظ محمد لکھو کے مفتی محمود سرور لاہوری) بحار الانوار (علامہ مجلسی) وغیرہ اسلامی لٹریچر میں اس کا خاص اہتمام سے ذکر موجود ہے۔

گرہن کی معینہ تاریخیں

جہاں تک حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے اس نشانِ صداقت کی تشریح کا تعلق ہے۔ یہ خیال مدت دراز تک ذہنوں میں پرورش پاتا رہا کہ اس حدیث میں خبر دی گئی ہے کہ ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن اور چودھویں یا پندرھویں تاریخ کو سورج گرہن لگے گا۔ حالانکہ حدیث میں صاف طور پر "قمر" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور محاورۂ عرب میں پہلی رات کا چاند کبھی قمر نہیں کہلاتا ھلال کہلاتا ہے۔ (لسان العرب زیر لفظ قمر و ہلال) دوسری بات یہ ہے کہ پہلی رات کا چاند تو دائمی طور پر عملاً گرہن شدہ ہی ہوتا ہے۔ اس لئے وہ مخصوص نشان کیسے بن سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھو کے کو جنہوں نے اپنے نورِ فراست سے سنہ ۱۸۸۳ء میں مسلم دنیا کے سامنے یہ نظریہ پیش فرمایا کہ ظہورِ مہدی پر ماہ رمضان کی تیرھویں تاریخ کو خسوف یعنی چاند گرہن ہوگا اور ستائیسویں تاریخ کو کسوف یعنی سورج گرہن ہوگا۔ اس مفہوم کو آپ نے متن کتاب کے اندر پنجابی شعر میں ادا کیا اسے جناب الٰہی کی طرف سے غیر معمولی طور پر مقبولیت و شہرت حاصل ہوئی آپ نے فرمایا ۔

تیرھویں چن ستیہویں سورج گرہن ہوسی اُس سالے
اندر ماہ رمضانے لکھیا ہک روایت والے

(احوال الآخرت بعنوان بیان علامتِ کبریٰ قیامت کہ اوّل ظہور محمد مہدی است)

گرہن اور قانونِ قدرت

مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھو کے کی اس تشریح و توضیح کی بنیاد خدا تعالیٰ کے اس قانونِ قدرت پر تھی کہ چاند گرہن کے لئے تیرھویں چودھویں اور پندرھویں رات اور سورج گرہن کے لئے قمری مہینے کا ۲۷ واں ۲۸ واں اور ۲۹ واں دن مقرر ہے۔ اور قرآن حمید کی مندرجہ آیات کریمہ سے اس قانون کی واضح توثیق ہوتی ہے۔

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ
وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ (یٰسٓ ۴۱)

نہ تو سورج کو طاقت ہے کہ وہ اپنے سال کے دورہ میں کسی وقت چاند کے قریب

جا پہنچے۔ اور نہ رات کو طاقت ہے کہ وہ مسابقت کرتے ہوئے دن کو پکڑ لے۔ بلکہ سب کے سب ایک مقررہ راستہ پر نہایت سہولت سے چلتے چلے جاتے ہیں۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

لَوْ كَانَ لَهَا حَرَكَاتٌ مُخْتَلِفَةٌ لَمَا وَجَبَ الْكُسُوْفُ فِي الْوَقْتِ الَّذِيْ يُحْكَمُ فِيْهِ بِالْكُسُوْفِ وَالْخُسُوْفِ۔

(تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۸۷ مطبوعہ ۱۳۰۸ھ)

یعنی چاند سورج اور دیگر سیاروں کی حرکات مختلف ہوتیں تو کسوف خسوف مقررہ تاریخوں پر نہ ہو سکتا

پیشگوئی کے چھ حیرت انگیز پہلو

مخبر صادق محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی چھ حیرت انگیز پہلو رکھتی تھی۔

اوّل:۔ چاند کو گرہن کی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات کو گرہن ہوگا۔

دوم:۔ سورج کو گرہن کے مقررہ دنوں میں سے بیچ کے دن گرہن لگے گا۔

سوم:۔ دونوں گرہن ایک ہی رمضان کے مہینہ میں ہوں گے۔

چہارم:۔ لفظ آیتین کے مطابق یہ نشان دو دفعہ ظاہر ہوگا۔ (اقتراب الساعۃ ص۶۵)

پنجم:۔ گرہن سے قبل مہدی منتظر کا ظہور ہو چکا ہوگا اور آپ اس وقت زندہ ہوں گے۔ کیونکہ یہ نشان امام مہدی کی خاطر ظہور میں آئے گا۔ جیسا کہ الفاظ لمھدینا میں بتایا گیا ہے۔

ششم:۔ مہدی موعود کی طرف سے اس گرہن کو نشان صداقت کے طور پر پیش کیا جائے گا۔

نمایاں رنگ میں عملی ظہور

چاند اور سورج پر سوائے قادر و توانا کے کسی بڑی سے بڑی حکومت کا بھی تصرف نہیں ہے۔ اور آیت فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن ۲۷-۲۸) کے مطابق مصفّٰی علم غیب بجز خدا کے برگزیدہ رسولوں کے اور کسی کو نہیں دیا جاتا۔ پس اگر حضرت امام باقرؒ کی روایت کسی راوی کے ذہن کی اختراع ہوتی تو اس کا ۱۳۰۰ سال بعد پورا ہونا قطعی طور پر ناممکن تھا مگر وہ خدا جس نے اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاطر قیامت تک آفاقی و انفسی نشانات دکھلانے کا اپنی پیاری کتاب میں وعدہ فرمایا تھا۔ سنہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۴-۹۵ء میں ہر پہلو سے پورا فرما دیا۔ چنانچہ حدیث

کی جملہ شرائط کے مطابق مشرقی ممالک میں ۲۱ مارچ ۱۸۹۴ء کو چاند گرہن اور ۶ اپریل ۱۸۹۴ء کو سورج گرہن ہوا۔ اور اگلے سال امریکہ کی نئی دنیا نے ۱۱ مارچ ۱۸۹۵ء کو چاند گرہن اور ۲۶ مارچ ۱۸۹۵ء کو سورج گرہن کا نشان بچشم خود دیکھا۔ کسوف و خسوف کی یہ تاریخیں مشہور ماہر فلکیات جارج ایف چیمبرس ایف۔ آر۔ اے۔ ایس (George F. Chambers F.R.A.S.) نے اپنی کتاب گرہنوں کی کہانی (The Story of Eclipses) کے صفحہ ۳۲ پر دی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۰۲ء میں جارج نیونس لمیٹڈ (لنڈن) نے شائع کی تھی

متحدہ ہندوستان بالخصوص پنجاب میں جہاں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ گرہن سے تین سال قبل ۱۸۹۱ء میں اپنے دعوئے مہدویت و مسیحیت کا اعلان فرما چکے تھے۔ اس تاریخی چاند سورج گرہن پر زبردست ہلچل پیدا ہوگئی۔ اور کئی سعید روحیں اس نشان کے نمودار ہونے پر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئیں۔

۱۹۰۲ء میں کشمیری بازار لاہور کے ایک اشاعتی ادارہ۔ ملک محمد عبد اللہ المعروف ملک ہیرا تاجر کتب نے "احوال الآخرت" کے نام سے ایک اور منظوم پنجابی کتاب شائع کی جو حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوکے کی طرح مقبول خاص و عام ہوئی۔ اس کتاب کے مؤلف پنجابی کے مایۂ ناز شاعر اور بہت سی پنجابی کتابوں کے مؤلف ہونے کے علاوہ مفسر قرآن حاجی مولانا دلپذیر صاحبؒ بھیروی (متوفی ۱۸ جون ۱۹۴۵ء) تھے۔ جسے آپ نے ۱۸۹۹ء کے شروع میں تالیف کیا تھا۔ مولوی حافظ محمد بن بارک اللہ صاحب لکھوکے نے تو ۱۸۸۴ء میں یہ لکھا تھا کہ ؎

تیرھویں چن ستیہویں سورج گرہن ہوسی اُس سالے
اندر ماہ رمضانے لکھیا ہک روایت والے

مگر اب چونکہ ۱۳۱۱ مطابق ۱۸۹۴ء میں یہ پیشگوئی کمال آب و تاب سے معرضِ وجود میں آچکی تھی اس لئے اس نئی احوال الآخرت کے مؤلف نے صاف لفظوں میں لکھا ؎

چن سورج نوں گرہن لگے گا وچ رمضان مہینے
ظاہر جدوں محمد مہدی ہوسی وچ زمینے
ایہ خاص علامت مہدی والی پاک نبی فرمائی
وچ حدیثاں سرورِ عالمؐ پہلوں خبر سنائی
تیراں سو تے یاراں[۱۳۱۱ھ] سن وچ ایہہ بھی ہوگئی پوری
گرہن لگا چن سورج تائیں جیونکر امر حضوری

جس دن تھیں چن سورج تائیں خالق پاک او پایا
ایسا واقعہ وچھوں اندر اگے کدیں نہ آیا
واہ سبحان اللہ کیا رتبہ پاک حبیبؐ خدائی
تیراں سو برساں جس اگدوں پیشگوئی فرمائی
تیرھویں چن ستیویں سورج لگن گرہن دوہاں نوں
ایہہ تاریخاں سرور عالمؐ خود کہہ گئے اساں نوں
ماہ رمضان مہینے اندر ایہہ سب واقعہ ہوسی
تدوں امام محمد مہدی ظاہر اوہ کھلوسی
عین العین برابر پوری ایہہ گل واقعہ ہوئی
سارے عالم اکھیں ڈٹھا شبہ نہ رہ گیا کوئی

(احوال الآخرت طبع اوّل ص۲۸ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

حضرت مولانا محمد لپنذیر صاحب بھیروی نے جب دیکھا کہ نشان کسوف و خسوف تو کھلے رنگ میں ظاہر ہو چکا ہے اور بانی سلسلہ کے سوا آج روئے زمین پر کوئی اور مدعی مہدویت موجود نہیں تو وہ ۱۹۰۸ء کے لگ بھگ داخل احمدیت ہو گئے۔

جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجام کار

صداقت اسلام کا دائمی معجزہ

مندرجہ بالا تفصیلات سے عیاں ہے کہ کسوف و خسوف کا وہ تاریخی نشان جو ۱۸۹۴-۹۵ء میں افق سماء پر نمودار ہوا کوئی وقتی اور ہنگامی نوعیت نہیں رکھتا بلکہ اپنی وسیع اور غیر محدود حکمتوں، عظیم مصلحتوں اور بے شمار انذاری اور تبشیری خبروں کے اعتبار سے اسلام قرآن اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت و حقانیت پر زندہ و تابندہ برہان اور دائمی معجزہ ہے ؎

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلاوے
یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
مصطفےٰؐ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

(باقی)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فضل عمر رضی اللہ عنہ کے فرمودہ

مطالبات تحریک جدید

۱۔ سادہ زندگی بسر کریں۔
۲۔ امانت فنڈ تحریک جدید میں روپیہ جمع کروائیں۔
۳۔ دشمن کے گندے لٹریچر کا جواب تیار کریں۔
۴۔ تبلیغ ممالک بیرون میں حصہ لیں۔
۵۔ سکیم خاص تبلیغی میں مالی لحاظ سے حصہ لیں
۶۔ تبلیغی سروے میں حصہ لیں۔
۷۔ وقف رخصت موسمی میں حصہ لیں۔
۸۔ وقف زندگی۔ نوجوان خدمت دین کے لئے زندگیاں وقف کریں۔
۹۔ رخصت کے ایام خدمت دین کے لئے وقف کریں۔
۱۰۔ صاحب پوزیشن مختلف جلسوں میں لیکچر دیں۔
۱۱۔ کم از کم پچیس لاکھ کا ایک مستقل ریزرو فنڈ قائم کریں۔
۱۲۔ پنشنر احباب اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے پیش کریں۔
۱۳۔ طلباء کو تعلیم و تربیت کے لئے مرکز سلسلہ میں بھیجیں۔
۱۴۔ صاحب حیثیت لوگ اپنے بچوں کے مستقبل کے بارے میں مشورہ طلب کریں۔
۱۵۔ بے کار دنیا میں نکل جائیں۔ خود کمائیں اور کھائیں اور تبلیغ احمدیت بھی کرتے پھریں۔
۱۶۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔
۱۷۔ جو لوگ بے کار ہیں وہ چھوٹے سے چھوٹا جو کام بھی مل سکے کرلیں۔

۱۸۔ مرکز سلسلہ میں مکان بنوائیں۔ یہ دنیا نہیں بلکہ دین ہے۔
۱۹۔ مقاصد تحریکِ جدید کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دعائیں کریں۔
۲۰۔ تمدنِ اسلامی کا قیام کریں۔
۲۱۔ قومی دیانت کا قیام کریں۔
۲۲۔ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کریں۔
۲۳۔ راستوں کی صفائی کا خیال رکھیں۔
۲۴۔ احمدیہ دارالقضاء کا قیام کریں اور اس کے فیصلوں کی پابندی کریں۔
۲۵۔ اپنی اولاد کو دین کے لئے وقف کریں۔
۲۶۔ وقفِ جائداد و آمد میں حصہ لیں۔
۲۷۔ "حلف الفضول" کی قسم کا معاہدہ کریں کہ ہم امانت عدل وانصاف کو قائم کریں گے۔

(کتاب مطالبات تحریکِ جدید)

امید ہے کہ جماعت کا ہر فرد حضورؓ کے ان ارشادات کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کی توفیق عطا فرمائے آمین

(وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا انیسواں سالانہ اجتماع

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ کی منظوری سے اعلان کیا جاتا ہے کہ مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا سالانہ انیسواں اجتماع مورخہ ۳۱ اخاء یکم و ۲ نبوت ۱۳۵۴ ہش / ۳۱ اکتوبر یکم و ۲ نومبر ۱۹۷۵ء کو ربوہ میں منعقد ہوگا۔ مجالس کو چاہیئے کہ اس بابرکت اجتماع میں شمولیت کے لئے ابھی سے تیاری شروع کردیں۔

(قائد عمومی)

اسلام کی اصل جڑ توحید ہے

خدا تعالی سے ہمیشہ ڈرتے رہو اور اسی کا فضل طلب کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں :—

''اسلام کی اصل جڑ توحید ہے یعنی خدا تعالی کے سوا کوئی چیز انسان کے اندر ہو اور یہ خدا اور اس کے رسولوں پر طعن کرنے والا نہ ہو خواہ کوئی بلا اور مصیبت ں پر آئے ، کوئی دکھ یا تکلیف یہ اٹھائے مگر اس کے منہ سے شکایت نہ نکلے - بلا جو سان پر آتی ہے وہ اس کے نفس کی وجہ سے آتی ہے ، خدا تعالی ظلم نہیں کرتا - ہاں کبھی کبھی صادقوں پر بھی بلا آتی ہے مگر دوسرے لوگ اسے بلا سمجھتے ہیں - درحقیقت وہ بلا نہیں ہوتی - وہ ایلام برنگ انعام ہوتا ہے - اس سے خدا تعالی کے ساتھ ان کا تعلق بڑھتا ہے اور ان کا مقام بلند ہوتا ہے اس کو دوسرے لوگ سمجھ ہی نہیں سکتے لیکن جن لوگوں کو خدا تعالی سے تعلق نہیں ہوتا اور ان کی شامت اعمال ان پر کوئی بلا لاتی ہے تو وہ اور بھی گمراہ ہوتے ہیں - ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا ہے فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا - پس ہمیشہ ڈرتے رہو اور خدا تعالی سے اس کا فضل طلب کرو تا ایسا نہ ہو کہ تم خدا تعالی سے قطع تعلق کرنے والوں میں ہو جاؤ ''

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۱۱۷)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا -